

ٹپکا دیا، اے محبوب! اُن زخموں پر تیری آنکھ سے ایک بھی آنسو نہ  
 بعض اصحاب نے اس لیے سوزن سے سوزنِ غم مراد لی کہ سینہ غم  
 کا مقام ہے، لیکن یہ خیال نہ فرمایا کہ سوزنِ غم سے زخم سے نہیں جاتے۔  
 اور جراحتی میں آج کل کی طرح پہلے بھی اندرونی زخم برابر سے جاتے تھے  
 اور سوئیوں کی آنکھوں سے خون کے قطرے ٹپکتے تھے۔ سینہ بہ معنی صدر  
 کی جگہ سینا بہ معنی دوختن سمجھنا بھی میرے نزدیک قرینِ صواب نہیں۔ شعر کا  
 مضمون یقیناً زیادہ گہرا نہیں، لیکن شاعر محبوب کی بے پروائی اور بیدردی  
 کی تصویر پیش کر رہا ہے اور اس نقطہ نگاہ سے شعر نہایت اچھا ہے۔

۴۔ شرح : خدا کرے کہ میرے ہاتھوں کو شرم آئے۔ ان کے  
 دوہی کام رہ گئے ہیں یا تو میرے گریبان کو کھینچا تانی میں رکھتے ہیں یا محبوب  
 کے دامن کو کھینچتے ہیں۔ کاش، یہ اپنے اس فعل سے باز آئیں۔

عاشق کے لیے زندگی کی دوہی صورتیں ہیں یا محبوب سے وصال یا ہجر  
 و فراق۔ محبوب سے قرب ہو تو عاشق کے ہاتھ اس کا دامن کھینچنا شروع  
 کر دیتے ہیں، یہ حرکت بھی نازیبا ہے۔ اگر محبوب سے مفارقت ہو تو بتیابی  
 اور بقیرادی میں عاشق کے ہاتھ گریبان تار تار کر دینے کے پے ہو جاتے ہیں۔  
 میرزا نے ہاتھوں کے لیے بد دعا ضرور کی، لیکن ہجر و وصال کا جو نقشہ پیش  
 کر دیا، وہ بالکل بے مثال ہے۔

۵۔ لغات۔ ثناور : تیرنے والا۔

توسن : گھوڑا۔

شرح : عشق کی قتل گاہ کوئی معمولی چیز نہیں۔ جب یہ رونق  
 پر آتی ہے تو خون کا دریا بہ نکلتا ہے، جس میں قاتل کا گھوڑا تیرتا پھرتا ہے۔  
 اس شعر کی آفاقیت قابلِ غور ہے۔ قومی زندگی میں ایسے ہزاروں  
 منظر پیش آئے اور ہمیشہ پیش آتے رہیں گے۔ لوگوں نے سمجھا کہ آزادی حاصل